۱۴

تکمیلِ ایمان کیلئے درستیٔ عقائد واعمال کی ضرورت

(فرمودہ ۶- اپریل ۱۹۳۴ء)

تشہّد' تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

انسانی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ وہ ہر قسم کی نئی غذا چاہتا ہے بلکہ یہ بات اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات میں پائی جاتی ہے تاکہ یہ فرق قائم بِالذات میں جو خداتعالیٰ کی ذات ہے' اور ان ذاتوں میں جو دوسروں کے سہارے قائم ہیں یعنی عام مخلوقات کی ذاتیں' ایک امتیاز قائم کردے- یہی وجہ ہے کہ جب انسان کسی قسم کی غذا سے محروم ہوجاتا ہے تو باوجود اس کے کہ اس کے جسم میں بظاہر کوئی فرق نظر نہیں آتا' اس کی طاقتیں اور قوتیں زائل ہوجاتی ہیں- جس طرح ظاہری جسم کے متعلق یہ قانون جاری ہے' اسی طرح باطنی جسم کے متعلق بھی یہ قانون جاری ہے- باطنی جسم بھی ظاہری جسم کی طرح مختلف قسم کی غذاؤں کا محتاج رہتا ہے- کوئی غذا ایسی ہوتی ہے جس کی اسے ہر وقت ضرورت رہتی ہے جیسے جسم کو سانس کی ضرورت ہے اور کوئی غذا ایسی ہوتی ہے کہ جس کی اسے تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد ضرورت ہوتی ہے جیسے انسان کو پانی پینے کی ضرورت ہوتی ہے اور کوئی غذا ایسی ہوتی ہے جس کے متعلق انسان لمبی دیر تک انتظار کرسکتا ہے جیسے کھانا کھانے کی حاجت ہوتی ہے-

وہ چیز جو بمنزلہ سانس کے ہے کہ جس کے بغیر انسان زندہ رہ ہی نہیں سکتا اور جب وہ اس سے اپنے آپ کو خالی سمجھتا ہے' تب بھی کچھ نہ کچھ ہوا اس کے پھیپھڑوں میں رہ جاتی ہے جو اس کے دل سے کام کراتی رہتی ہے انسان کے اعتقادات کی غذا ہوتی ہے- ایک لمحہ

کیلئے بھی انسان اگر اعتقادات کی درستی نہ کرے یا ایک لمحہ کیلئے بھی اس سے غافل ہوجائے تو اس کی روح مرجاتی ہے۔ پانی اور کھانے کی طرح جو غذائیں ہیں وہ انسانی اعمال ہیں کہ ان میں وقفہ بھی ہوسکتا ہے گو لمبا نہیں ہوسکتا مگر بہرحال اگر کچھ دیر تک انسان ان کے بغیر گزارہ بھی کرسکے تب بھی جلد جلد عرصہ میں ان کی ضرورت پیش آجاتی ہے۔ ہاں یہ درست ہے کہ اگر یہ غذا جلد جلد نہ ملے تو انسانی روح کی فوری ہلاکت نہیں ہوجاتی بلکہ کمزور ہوجاتی ہے۔ سانس کے نہ آنے سے تو فوری ہلاکت ہوجاتی ہے مگر غذا کے نہ ملنے سے فوری ہلاکت واقع نہیں ہوتی جیسا کہ انسان بعض دفعہ کئی دن کا فاقہ کرلیتا ہے مگر ہلاک نہیں ہوتا' ہاں کمزوری ضرور ہوجاتی ہے۔ اسی طرح اعمال کے وقفہ کی وجہ سے بھی کمزوری آجاتی ہے اور گو یہ وقفہ برداشت کیا جاسکتا ہے مگر چونکہ ساتھ ساتھ کمزوری بھی ہوتی جاتی ہے اس لئے ہر لحظہ انسان موت کے قریب ہوتا جاتا ہے۔

پس سب سے مقدم انسان کیلئے یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے اعتقادات اور اللہ تعالیٰ پر یقین درست رکھے لیکن دنیا میں عام طور پر انسانوں میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ وہ ایک یا دوسری غذا کو بالکل چھوڑ دیتے ہیں۔ کئی ہیں جو اعمال پر زور دیتے ہیں جیسے یورپین قومیں ہیں وہ کہتی ہیں کہ عقائد سے کیا بنتا ہے۔ اصل چیز کام کرنا ہے انسان کو چاہیئے کہ وہ لوگوں سے حُسنِ سلوک کرے' ان سے محبت اور پیار سے پیش آئے' ہمدردی اور مؤاسات کا رویہ اختیار کرے اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو اعمال کو نظرانداز کردیتے ہیں جیسے اِس وقت مسلمانوں کی حالت ہے۔ وہ کہتے ہیں جب ہم خدا پر ایمان لے آئے' رسول کریم ﷺ کی صداقت کو تسلیم کرلیا' تو پھر ہمیں کسی چیز کی کیا ضرورت ہے۔ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ [1]۔ ان کا سارا زور اس بات پر ہوتا ہے کہ ہم نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ دیا اب ہمارے اسلام میں کیا نقص رہا؟ مجھے تعجب آتا ہے ان لوگوں پر جو اسلام کو محصور کرنا چاہتے ہیں خالی عقائد کے ساتھ' حالانکہ عقیدہ بغیر اعمال کے کبھی زندہ رہ نہیں سکتا۔ عقیدہ کی مثال درخت کی سی ہے اور اعمال کی مثال پانی کی سی۔ اس میں شُبہ نہیں کہ عقیدہ سانس کی طرح ہوتا ہے اور اگر اس میں ذرا سا بھی رخنہ پیدا ہو جائے تو روحانی ہلاکت واقع ہوجاتی ہے مگر اس میں بھی شبہ نہیں کہ کھانا کھانے کے بغیر سانس بھی نہیں چلتا۔ پس درحقیقت انسان کو دونوں طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح کوئی انسان نہیں کہہ سکتا کہ میں نے کھانا کھالیا ہے اب سانس

آئے یا نہ آئے یا سانس جب آتا ہے تو کھانا کھانے کی کیا ضرورت ہے اور اگر کوئی یہ کہے تو وہ بیوقوف اور جاہل سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح تکمیل ایمان کیلئے انسان کو ہمیشہ عقیدہ کی درستی اور اعمال کی صحت کا خیال رکھنا چاہیئے۔ بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی نظر صرف ایک طرف ہوتی ہے اور دوسری طرف ان کی نگاہ نہیں اُٹھتی۔ بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ ہم نمازیں پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، چندے دیتے ہیں مگر روحانیت میں ترقی نہیں ہوتی۔ انہیں غور کرنا چاہیئے اور دیکھنا چاہیئے کہ یا تو ان کے اعمال میں نقص ہے یا عقائد میں۔ یا تو اللہ تعالیٰ کی ذات پر جیسا یقین کامل ہونا چاہیئے اور انسان کو سمجھنا چاہیئے کہ وہ خدا کو حاضرناظر جانے، اس عقیدہ میں نقص ہوگا۔ یا اگر عقیدہ درست ہوگا تو اعمال میں نقص ہوگا۔ جس کی وجہ سے پانی اس کی روحانیت کے درخت تک نہیں پہنچ سکتا۔ پس مومن کو اپنی روح کی درستی کیلئے ضروری ہے کہ اپنے عقائد پر نظر رکھے نیز اپنے اعمال کی بھی نگہداشت کرے اور یہ چیز محاسبہ سے ہی حاصل ہوسکتی ہے۔ انسان اگر اپنے نفس کا محاسبہ کرے تو اسے اپنے بہت سے عیبوں کا پتہ لگ جاتا ہے اور بعض دفعہ ایسے باریک در باریک عیب نظر آجاتے ہیں کہ غلطی سے بعض دفعہ انسان جسے قوتِ ایمانیہ سمجھ رہا ہوتا ہے، وہی ضعفِ ایمان کا موجب ہوتی ہے۔ کل ہی مجھے اس بات کا مشاہدہ کرنا پڑا۔ ایک دوست مجھ سے ملنے کیلئے آئے اور کہنے لگے مجھ پر فلاں فلاں ابتلاء آیا ہے۔ میرا بڑا ہی مضبوط ایمان تھا کہ میں ثابت قدم رہا ورنہ کوئی اور ہوتا تو مرتد ہوجاتا۔ میں نے کہا یہی آپ کی کمزوریٔ ایمان کا ثبوت ہے کہ آپ ایک معمولی بات کو اپنے ایمان کی مضبوطی کا ثبوت سمجھ رہے ہیں حالانکہ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں ادنیٰ سے ادنیٰ بشاشتِ ایمان بھی جب کسی مومن میں پیدا ہوجاتی ہے تو خواہ اسے آگ کے اندر داخل کردیا جائے تو بھی وہ ایمان سے متزلزل نہیں ہوتا[۲]۔ جب یہ ادنیٰ بشاشتِ ایمان ہے تو اعلیٰ بشاشتِ ایمان خود سمجھ لو کہ کیا چیز ہوسکتی ہے۔

غرض کئی دفعہ انسان سمجھتا ہے کہ فلاں چیز اس کی قوت کا موجب ہے حالانکہ وہ عدمِ تدبّر کا ثبوت ہوتا ہے اور اگر وہ غور کرے تو اسے معلوم ہو کہ وہی چیز اس کی کمزوری کا موجب بنتی ہے۔ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور آکر کہنے لگا۔ یَارَسُوْلَ اللہ! آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ پیارے ہیں یہاں تک کہ میں آپ کو جان کی طرح عزیز سمجھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ کوئی اعلیٰ ایمان نہیں جب تک کہ تم مجھے اپنی جان سے بڑھ

کر پیارا نہ سمجھو۔ ۳ اب جس چیز پر اس نے ناز کیا تھا اور سمجھا تھا کہ محبت کا بہت بلند مقام اسے حاصل ہوچکا ہے، وہی چیز اس کا نقص ٹھہری۔ اس نے خیال کیا تھا کہ رسول کریم ﷺ کو اپنی جان کی طرح عزیز سمجھنا ہی کافی ہے مگر رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تک تم اپنی جان سے بھی بڑھ کر مجھے عزیز نہ سمجھو ایمان کامل نہیں ہوسکتا۔ چونکہ وہ ایمان کے رستہ پر چل رہا تھا، اس لئے اس نے سنتے ہی کہا یَارَسُوْلَ اللہ! آپ مجھے اپنی جان سے بھی بڑھ کر عزیز ہوگئے ہیں اور اس طرح اُسی وقت اس کی اصلاح ہوگئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک نیک نیت انسان کو جس وقت بھی اس کی غلطی سے آگاہ کیا جائے، وہ اپنی اصلاح کی طرف مائل ہوجاتا ہے۔ یہ محاسبہ انسان کیلئے بہت مفید ہوتا ہے مگر محاسبہ کامل ہونا چاہیئے۔ یعنی ایمان کا بھی اور اعمال کا بھی، تب مفید ہوسکتا ہے۔ چونکہ آج تین بجے کی گاڑی سے بہت سے دوست لائل پور جانے والے ہیں اس لئے میں خطبہ کو مختصر کرتا ہوں۔ گو سچی بات یہ ہے کہ مجھ میں زیادہ خطبہ پڑھنے کی اِس وقت ہمت بھی نہیں۔ میں گھر سے تو اسی نیت سے چلا تھا کہ خطبہ خود پڑھاؤں گا مگر رستہ میں مجھے تکلیف ہوگئی اور میں نے محسوس کیا کہ میں نے غلطی کی جو خطبہ پڑھانے کیلئے آگیا۔ پس زیادہ تر وجہ تو صحت کی خرابی ہے لیکن چونکہ دوستوں کی روانگی کا بھی احساس ہے اس لئے میں اسی پر اکتفاء کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں اپنے عقائد و اعمال دونوں کو درست رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل ۱۲۔ اپریل ۱۹۳۴ء)

۱؎ مسند احمد بن حنبل جلد ۶ صفحہ ۴۴۲ میں یہ الفاظ آئے ہیں من قال لا الٰه الا اللّٰه وحده لاشريك له دخل الجنة

۲؎ بخاری کتاب الایمان باب حلاوة الایمان

۳؎